Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities

(Bi-Annual) Trilingual: Urdu, Arabic and English

ISSN: 2707-1200 (Print) 2707-1219 (Electronic)

Home Page: http://www.arjish.com

Approved by HEC in "Y" Category

Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.

Published by the Al-Khadim Foundation which is a registered organization under the Societies Registration ACT.XXI of 1860 of Pakistan

Website: www.arjish.com

Copyright Al Khadim Foundation All Rights Reserved © 2020

This work is licensed under a

Creative Commons Attribution 4.0 International License

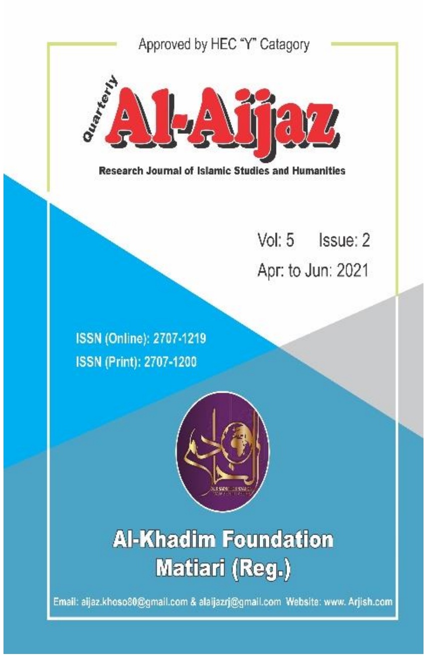

TOPIC:

The role of Sufis of Sahiwal in publishing Islam and promoting Urdu language and literature

AUTHORS:

1. Khalid Hussain, Ph.D Scholar, Department of Urdu , Lahore Garrison University, Lahore.
2. Dr. Gulshan Tariq, Dean Faculty of Languages, Lahore Garrison University, Lahore.

How to cite:

Hussain, K., & Tariq, G. (2021). Urdu-17 The role of Sufis of Sahiwal in publishing Islam and promoting Urdu language and literature. *Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities*, *5*(2), 223-230. https://doi.org/10.53575/Urdu17.v5.02(21).223-230

URL: http://www.arjish.com/index.php/arjish/article/view/337

QR Code

Vol: 5, No. 2 | April to June 2021 | Page: 223-230

Published online: 2021-06-20

اشاعت اسلام اور اُردو زبان وادب کے فروغ میں ساہیوال کے صوفیاء کا کردار

The role of Sufis of Sahiwal in publishing Islam and promoting Urdu language and literature

Khalid Hussain*
Dr. Gulshan Tariq **

Abstract
As the small fountains are the wellspring of a big river, likewise the indigenous literary histories provide a raw material for the delineation of Islamic and literary history. This thesis is for the contribution of Sahiwal in promulgation of Islam as well as Urdu language and literature, in which not only the historic and geographic background of Sahiwal is presented in an unabridged way but also the progression for Urdu literature in this territory from Mystics to the contemporary times. An elaborative analysis of famed literary artists is carried out.

Keywords: Literary history, promulgation, territory, mystic, spiritual, preacher

ساہیوال ڈویژن پاکستان کے صوبہ پنجاب میں لاہور ڈویژن اور ملتان ڈویژن کے درمیانی علاقے پر مشتمل ہے۔ یہ ڈویژن ساہیوال، اوکاڑہ اور پاکپتن کے اضلاع پر مشتمل ہے۔ ساہیوال کا علاقہ تاریخی، ثقافتی، معاشی اور علمی وادبی حوالے سے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس کا کل رقبہ 11543 مربع کلومیٹر ہے۔ 2017ء کی مردم شماری کے مطابق آبادی 7380386 ہے۔ یہ شہر لاہور سے کراچی جانے والی مرکزی ریلوے لائن پر لاہور سے تقریباً 180 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ضلع کے شمال مغرب میں دریائے راوی ہے۔ دریا کے پار ضلع فیصل آباد اور ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ واقع ہیں۔ شمال مشرق میں ضلع اوکاڑہ، مغرب میں ضلع ملتان اور ضلع وہاڑی ہیں۔ ضلع کی جنوب مشرقی حد کے ساتھ ساتھ دریائے ستلج بہتا ہے۔ دریائے راوی اور دریائے ستلج کا درمیانی علاقہ باری دوآب کہلاتا ہے ساہیوال ڈویژن اس دوآب کے وسطی حصے پر مشتمل ہے اور ایک متوازی الاضلاع کی شکل میں شمال مشرق سے جنوب مغرب کی طرف پھیلا ہوا ہے۔ قدیم زمانے میں اس سرزمین پر تین دریا راوی، بیاس اور ستلج بہتے تھے لہٰذا اس دور کے حوالے سے یہ علاقہ ''سہ آب'' کہلانے کا استحقاق بھی رکھتا ہے۔ راوی اور ستلج تو آج بھی موجود ہیں لیکن بیاس کے صرف نشانات رہ گئے ہیں دریائے راوی اور دریائے بیاس کی قدیم گزرگاہ کا درمیانی علاقہ ''گنجی بار'' اور دریائے بیاس کی قدیم گزرگاہ اور دریائے ستلج کا درمیانی علاقہ ''نیلی بار'' کہلاتا ہے۔

پاکپتن اس خطے کا بڑا پرانا قصبہ ہے ہندی کتابوں میں اسے اجودھن لکھا گیا ہے۔ اجودھن سے قبل اس قصبہ کا معروف نام ''گڑوا'' تھا۔ [1] اس شہر کا نام اجودھن کیوں پڑا؟ اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے میاں اللہ بخش طارق لکھتے ہیں :

''پاکپتن کا معروف قدیمی نام ''اجودھن'' تھا جس کے بارے میں بعض ہندو مورخین یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ رام چندر جی مہاراج نے سیتا

* Ph.D Scholar, Department of Urdu , Lahore Garrison University, Lahore.
** Dean Faculty of Languages, Lahore Garrison University, Lahore.

جی مہارانی کو لنکا کے راجا راون سے آزاد کرانے کے بعد اس قصبہ میں آکر پناہ لی۔ چونکہ رام چندر جی مہاراج کے ایک بھائی کی اس علاقے میں حکومت قائم تھی اس لیے اس نے اپنے آباؤ اجداد کی قدیم راج دھانی ''اجودھیا'' (بھارت) کے نام پر اس قصبہ کا نام اجودھن رکھا۔''2

یہ شہر اپنے قدیم نام اجودھن سے پاکپتن کس طرح مشہور ہوا؟ اس ضمن میں مختلف روایات ہیں لیکن حضرت بابا فریدؒ سے متعلق یہ روایت زیادہ مستند معلوم ہوتی ہے کہ ایک دن آپ حسبِ معمول دریائے ستلج کے پتن پر وضو فرما رہے تھے کہ کسی مرید نے عرض کیا کہ یا حضرت! دریا کا یہ پتن پاک نہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ ''پاک پتن'' ہے چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق لوگ اس کو ''پاک پتن'' کہنے لگے۔3

مشہور مورخ محمد قاسم فرشتہ نے اس کو ''پتن فرید'' لکھا البتہ عہد اکبری میں اسے سرکاری طور پر پاکپتن کہا جانے لگا اکبر کے بعد آنے والے مغل حکمرانوں نے اپنے دور حکومت میں اس شہر کو کوئی اہمیت نہ دی اور یوں رفتہ رفتہ یہ شہر سرکاری سرپرستی سے محروم ہو گیا۔4

حضرت بابا فریدؒ اجودھن کب تشریف لائے اس بارے میں کوئی مستند تاریخ کا علم تو کہیں میسر نہ آسکا تاہم جملہ کتب سیر میں اور تذکرہ نگاروں نے یہی لکھا ہے کہ آپ اپنے مرشد خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی وفات کے بعد شہر ہانسی سے اجودھن تشریف لائے اس وقت تخت دہلی پر سلطان شمس الدین التمش جلوہ افروز تھا۔5

جن دنوں حضرت بابا فریدؒ اجودھن تشریف لائے شہر اور اس کے گردونواح میں غیر مسلم اقوام کی اکثریت تھی۔ یہ لوگ سخت وحشی، اجڈ، اوہام پرست اور کفر و شرک میں بری طرح مبتلا تھے۔ اشاعت اسلام کے لیے آپ کی والہانہ جدوجہد کا نتیجہ ہوا کہ چند سالوں کے اندر مغربی پنجاب کے وسیع علاقوں کے بڑے قبیلے آپ کے ہاتھوں پر مسلمان ہو گئے۔ حضرت بابا فرید نے پنجاب کی مشہور اقوام سیال، ورک، وڑائچ، کھوکھر اور ہراج وغیرہ کے بزرگوں کو مسلمان کر کے مرید بنالیا۔ سیال قبیلے کی شاخ دھرانہ اور فتیانہ کو بابا فرید گنج شکرؒ ہی نے حلقہ بگوش اسلام کیا۔ دریائے راوی اور ستلج کی گزرگاہوں کے مابین واقع ضلع ملتان اور منٹگمری کے علاقوں کے بھی بیشتر قبائل کو بابا فریدؒ ہی نے مسلمان کیا تھا ۔ ضلع منٹگمری کے گزٹیئر کے مطابق یہاں کے نو مسلموں کے اخلاف اپنی اصل اور اپنے قبول اسلام کی یہی روداد بیان کرتے ہیں۔ ہر قبیلے کا سردار قاعدے کی رو سے کوئی راجپوت راجہ ہوتا تھا جس کا تعلق یا سورج بنسی خاندان سے ہوتا تھا یا چندر بنسی خاندان سے اور جس کا وطن یا ہستنا پور تھا یا دہار نگڑ۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اس سردار نے سلطان دہلی کی وہ تجاویز مسترد کر دیں جو دونوں قبیلوں کے درمیان ازدواجی رشتہ استوار کرا دیتیں چنانچہ اسے بھاگ کر سرسا یا بٹنیر (BATNER) یا اس کے نواحی علاقے میں پناہ لینا پڑی اور پھر وہ دریائے راوی کے قریب پہنچا اور وہاں حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ یا بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کر لیا اور بیعت بھی کر لی ۔6

بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے دریائے ستلج کے دونوں کناروں پر آباد منٹگمری اور فیروز پور کے اضلاع میں مقیم وٹو قبائل کے بہت بڑے حصے کو حلقہ بگوش اسلام کیا نہ صرف یہی قبائل مسلمان ہوئے بلکہ ان کے علاوہ اور بھی کئی قبائل آباد تھے جنہوں نے ان اولین مبلغین میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر بیعت کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ضلع اوکاڑہ کی تحصیل رینالہ خورد سے تقریباً 15 کلو میٹر کے فاصلے پر شیر گڑھ کا تاریخی قصبہ واقع ہے۔ اسی قصبے کے ایک صوفی شاعر اور مبلغ

حضرت داؤد بندگیؒ نے بھی اشاعت اسلام کے سلسلہ میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ نے شیر گڑھ میں سلسلہ قادریہ کی گدی قائم کر رکھی تھی۔ آپ کے روحانی کمالات کے ساتھ ساتھ ان کی پاکیزگی، خدا ترسی اور سادگی کا چرچا اور شہرہ نہ صرف پرگنے، سرکار اور صوبے میں ہونے لگا بلکہ یہ چرچا پورے برعظیم میں پھیل گیا۔ اکبر کے زمانے میں ان کی شہرت پورے ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل چکی تھی حالانکہ اس زمانے میں تعارفِ ذات کے وسائل اور ذرائع بڑے ناقص تھے بہر حال ہندوستان بھر میں مشہور ہو جانے کی وجہ سے کئی چھوٹے بڑے آدمی ان کے حلقے میں آ کر بیٹھنے لگے اور وہ ہزارہا افراد کے مسلمہ پیر اور روحانی راہنما بن گئے۔ آپ کے اخلاق و کردار کی بلندی نے لوگوں کے دلوں میں اس طرح گھر کر لیا کہ مختصر سے عرصے میں ان کے مریدوں میں فقط نو مسلموں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی۔ آپ مبلغ تو تھے ہی مگر ان پڑھ اور بے ہادی مسلمانوں کے معلم بھی تھے۔ یہ لوگ ان کی بارگاہ پر حاضری کا شرف حاصل کرتے اور اطمینان و سکون کی دولت سمیٹتے تھے۔ شیخ داؤدؒ نے پنجاب کے متعدد جاٹ، راجپوت اور بلوچ قبائل مثلاً ورک، باجوے، چٹھے، تارڑ، ساہی، ہوتیانے، مجھیانے، مان، کاہلوں، سندھو اور وٹو وغیرہ کو مشرف بہ اسلام کیا۔ اس کے اثرات آج بھی فعال اور اہم ہیں یہ قبائل شیخ داؤدؒ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے تو آج برصغیر کی تاریخ مختلف ہوتی۔ شیخ داؤدؒ شاعرانہ ذوق بھی رکھتے تھے ان کا فلسفہ زندگی ان کے اشعار سے واضح ہو جاتا ہے جو اکثر ان کے وردِ زبان رہتے تھے مثلاً وہ شعر جن کا مفہوم یہ ہے ”جو شخص اپنے آپ کو دنیوی ہنگاموں سے آزاد نہیں کر سکتا اس کا ماتم کرنا چاہیے۔ اس کا ماتم بھی کرنا چاہیے جو کسی دنیوی منصب کے ٹھاٹھ باٹھ سے اپنے آپ کو وابستہ کر دیتا ہے۔ ایک صوفی کا گراں بہا اثاثہ صرف وقت ہے اور اگر وہ اسے ضائع کرتا ہے تو پھر اس صوفی کا بھی ماتم کرنا چاہیے“۔ 7

اگر ہم اس خطے میں اشاعت اسلام کے سلسلے میں صوفیا کی کامیابی کے اسباب کا جائزہ لیں تو ان کے ذاتی اثر و رسوخ کے علاوہ دو نمایاں اور قوی اسباب اور بھی نظر آتے ہیں۔ اول یہ کہ ہندوؤں میں ذات پات کے ظالمانہ نظام نے زیریں طبقے کے لوگوں کو آزاد شہریوں کی سی حیثیت دینے سے انکار کر رکھا تھا ان انسانوں کو اپنی تذلیل کا احساسِ شدید ان خوش خلق اور دلجو مسلمان مبلغین کی خدمت میں حاضر کر دیتا تھا جو اجتماعی مساوات اور اخوت کا درس دیتے تھے۔ دوسرا سبب وہ جذبہ احترام ہے جو تخیلی آریائی ذہن میں ان لوگوں کے حق میں راسخ تھا جو مافوق الفطرت صلاحیتوں سے سرمایہ دار ہونے کے دعویدار ہوں۔ ہندو ان مبلغین اسلام کو پاکیزہ اور مقدس افراد تسلیم کرتے تھے کیونکہ وہ معجزہ نما روحانی قوتوں کے مالک تھے اور حق یہ ہے کہ وہ مبلغین اسلام اسلام کی بہترین پیداوار تھے۔

صوفیائے کرام کے ہندوستان آنے سے پہلے یہاں کے مسلمان ہندوستانی رسم و رواج اور زبان سے متاثر ہو چکے تھے اور ایک مخلوط زبان کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ محمود غزنوی کے حملے کے بعد جب صوفیائے کرام کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو یہاں آ کر انہوں نے نہ صرف لاکھوں افراد کو مسلمان کیا بلکہ اردو زبان کی ترویج میں بھی مثالی کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں۔

”اُردو کو جوان ہونے اور پروان چڑھنے کے لیے صوفیوں کی خانقاہیں، مبلغین کی مجلسیں اور اللہ والوں کی محفلیں تلاش کرنا پڑیں۔ ان کے بھی دربار تھے مگر شاہی دربار نہ تھے یہ عوام کے لیے کھلے رہتے تھے یہاں شرافت کی زبان، ثقافت کی زبان اور تہذیب کی زبان کا سکہ نہیں چلتا

تھا یہاں عوام کے دلوں میں اترنے کے لیے عوام کی بولی کا رواج تھا۔ چنانچہ اُردو کی نشو و نما میں صوفیاء نے کام کیا۔"8
پاکپتن اور ملتان کے علاقے میں جتنے بھی صوفیائے کرام آئے ان سب نے یہاں کی مقامی زبان میں ہی گفتگو اور تبلیغ کی اگرچہ ان میں سے بیشتر کی مادری زبان عربی اور فارسی تھی۔ ان صوفیائے کرام کے ساتھ یہاں کی مقامی زبان میں بہت سے جملے اور اقوال بھی منسوب کیے جاتے ہیں جن سے اردو زبان کے ابتدائی نقوش واضح ہوتے ہیں۔ اردو کے ارتقاء میں صوفیائے کرام کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے عبدالمالک آروی لکھتے ہیں

"حضرت خواجہ معین الدینؒ، حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ، فرید الدین گنج شکرؒ، خواجہ نظام الدینؒ، وغیرہ نے ارتقائے اردو میں بڑی مدد دی کیونکہ قومی اصلاح اور روحانی ابلاغ وارشاد کے سلسلے میں عوام الناس کو آپ کے ساتھ گہری وابستگی تھی۔"9

اردو زبان کی ابتدائی تشکیل و تعمیر کے دور میں جن صوفیاء کا نام آتا ہے ان میں بابا فریدؒ سرِ فہرست ہیں۔ ان کے ساتھ نہ صرف جملے اور فقرے منسوب ہیں بلکہ شعر و شاعری کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ بھی ان سے وابستہ کیا جاتا ہے۔ یہ شاعری اس زبان میں ہے جو اس دور میں عروج پر تھی اور عوامی زبان سمجھی جاتی تھی۔ اس زبان کو جو بھی نام دیا جائے بہر حال اس میں ملتانی، پنجابی اور ہندی کے الفاظ بکثرت موجود ہیں اور اس بات کا ثبوت ہیں کہ اردو کی ابتدائی ہیئت میں ان زبانوں کا کتنا گہرا دخل رہا ہے۔ باباصاحبؒ کے جملوں اور شاعری کے نمونوں کو اردو، سرائیکی اور پنجابی شاعری کے ارتقا اور اردو زبان کی ابتدائی نشو و نما کے سلسلے میں تاریخی تقدم حاصل ہے اور کم و بیش تمام ماہرین لسانیات نے اپنی کتابوں اور مضامین میں بابا فریدؒ کے جملوں اور شعروں کی مثالیں درج کی ہیں۔

تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اس زمانے میں ہندی، پنجابی اور سرائیکی ہی اس خطے کی بڑی زبانیں تھیں لہٰذا یہاں جتنے بھی صوفیائے کرام آئے انہوں نے مذکورہ مقامی زبانوں میں ہی اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ سرانجام دیا۔ ملتان کی سرزمین میں جتنے بزرگانِ دین نے ارتقائے اردو میں سب سے زیادہ مدد دی ان میں سرِ فہرست حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کا نام آتا ہے۔ ڈاکٹر مختار ظفر اس حوالے سے لکھتے ہیں :

"اردو کے پہلے شاعر کے سلسلے میں ایک دلچسپ بحث یہ ہے کہ ایک ہی ہستی کو تین زبانوں کا پہلا شاعر قرار دیا گیا ہے۔ حافظ شیرانی کے مطابق مسعود سلمان کے بعد پنجابی کے پہلے شاعر فرید الدین مسعودؒ ہیں مسعود حسن شہاب نے بھی انہیں پنجابی کا پہلا شاعر قرار دیا ہے جبکہ جام کیفی پوری کے مطابق وہ سرائیکی زبان کے پہلے شاعر ہیں۔ مولوی عبدالحق نے انہیں اردو کا پہلا شاعر کہا ہے ڈاکٹر جمیل جالبی نے بھی لکھا ہے کہ مسعود سلمان (متوفی 515ھ/1112ء) کے 54 سال بعد شیخ فرید الدین متوفی 664ھ/1265ء) اردو زبان کا پہلا شاعر ہے۔ ان تمام حوالوں سے یہ نتیجہ طے ہے کہ خطہ ملتان میں بابا فرید الدین گنج شکرؒ کو ہی اردو کا پہلا شاعر قرار دیا جائے"10

ان کی شاعری کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

راول دیول ہم نے جانا پھاٹا پہنہ او کھا کھانا

ہم درویشنہ ایہی ریت پانی لوڑیں ہور مسیت

بیٹھے اچھیں ٹھنڈی چھانو جو کچھ دیوے سو پی کھانو 11؎

فریدا رتی رت نہ نکلے جے تن چیرے کوئے جو تن رتے رب سیوں تنِ تن رت نہ ہوئے

فریدا جے تو عقل لطیف ہیں کالے لکھ نہ لیکھ آنپڑے گریوان میں سرنیواں کر کے دیکھ 12

بابا فریدؒ سے منسوب اردو زبان کے چند نثری نمونے

ایک مرتبہ خواجہ بختیار کاکیؒ کے استفسار پر فرمایا:

''آنکھ آئی ہے'' 13؎

ایک مرتبہ ایک مرید نے بابا فریدؒ سے عقل کا مقام دریافت کیا تو فرمایا''پیچ سر کے''اسی طرح فرمایا''ایک دو تین چار پنج چھ ہفت'' 14؎

بابا فریدؒ کی شاعری اور نثری نمونوں سے اس دور میں مروج زبان کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ زبان اردو زبان ہی سے مماثلت رکھتی ہے کیونکہ ان زبانوں میں فارسی، سرائیکی، پنجابی اور ہندی الفاظ موجود ہیں۔ اردو کی نشوونما میں ان زبانوں کا بڑا عمل دخل رہا ہے آج بھی ان زبانوں کے الفاظ اردو میں موجود ہیں۔ شیخ فریدؒ کے جملوں سے واضح ہوتا ہے کہ اردو ساتویں صدی ہجری میں اپنے امتیازی خدوخال نمایاں کر چکی تھی۔

لسانی حوالے سے دیکھا جائے تو بابا فریدؒ کے کلام سے اردو زبان کے ابتدائی نقوش واضح ہوتے ہیں۔ بابا فریدؒ نے جس زبان کو اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا ذریعہ بنایا اسے قدیم اردو کا نام دیا جا سکتا ہے کیونکہ اس دور کی زبان کے اردو میں بیشتر ذخیرہ الفاظ موجود ہیں۔

اس خطہ کی قدیم ادبی تاریخ میں بابا فریدؒ کے بعد سب سے اہم نام سید وارث شاہؒ کا ہے۔ پنجابی زبان کی زندہ جاوید منظوم داستان ''ہیر'' کے مصنف وارث شاہؒ 1150ھ کے قریب جنڈیالہ شیر خاں ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے پیر پاکپتن شریف میں تھے۔ ادھر جاتے ہوئے ایک بار ملکہ ہانس کے قصبہ میں ان کی زندگی سے بھاگ بھری نام کی ایک جٹی کا گزر ہوا۔ وہیں ایک پرانی مسجد میں اقامت گزیں ہو گئے۔ یہیں انہوں نے ''ہیر'' لکھی جو پنجابی زبان میں سب سے میٹھی، سب سے رسیلی اور سب سے مقبول کتاب ہے۔ ہیر کی تاریخ تصنیف 181 ھجری بیان کی جاتی ہے 15؎

سید وارث شاہؒ اردو میں بھی شعر کہتے تھے۔ ان کے کلام سے نہ صرف ان کی فنی و فکری پختگی کا احساس ہوتا ہے بلکہ اس دور کی اردو کا ایک نمونہ بھی ہمارے سامنے آتا ہے جس میں مختلف زبانوں کی آمیزش نظر آتی ہے۔ حافظ محمود شیرانی نے اپنی تصنیف "پنجاب میں اردو" میں وارث شاہؒ کی اردو غزل کو شامل کیا ہے۔ ان کے اس زمانہ کے اردو کلام کا ایک نمونہ دیکھیے :

جس دن کے ساجن بچھڑے ہیں تس دن کا دل بیمار ہویا

اب کٹھن بنا کیا فکر کروں گھر بار سبھی بیزار ہویا

دن رات تمام آرام نہیں، اب شام پڑی وہ شام نہیں
وہ ساقی صاحب جام نہیں، اب پینا مے دشوار ہویا
بن جانی جان خراب بہی یا آتش شوق کباب بہی
جوں ماہی بحر بے آب بہی نت روون ساتھ بیپار ہویا
مجھے پی اپنے کو لیاؤ رے یا مجھ سوں پی پہنچاؤ رے
یہ اگن فراق بجھاؤ رے سب تن من جل انگار ہویا
تب مجنوں کامل ہویا تھا جب لیلیٰ کہہ کر رویا تھا
وہ یک دم سہج نسویا تھا اب لگ نیک شمار ہویا
جب وارث شاہ کہلایا نے تب روح سوں روح ملایا نے
تب سہج سہاگ سولایا نے جیو جاں مخزن اسرار ہویا 16

صوفیائے کرام کے اقوال پر مبنی قدیم نمونے ان کے ملفوظات اور ان سے وابستہ جملوں، فقروں، اشلوکوں، اشعار وابیات وغیرہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اردو زبان کی ابتدائی تشکیل و تعمیر میں صوفیائے کرام نے موثر کردار ادا کیا ہے۔ یہ صوفیاء جس علاقہ میں بھی آئے انہوں نے وہاں کی مقامی زبانوں کو اپنی تبلیغ اور اشاعت اسلام کا ذریعہ بنایا اگر ہم ان مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے اردو کے نمونوں کو یکجا کر کے ان پر تحقیق کریں تو یہ نمونے ایک ہی زبان یعنی اردوئے قدیم ہی کے نمونے دکھائی دیتے ہیں اور ان میں اردو کے وہ الفاظ نظر آتے ہیں جو اس دور میں مروج تھے اور یہ الفاظ ان علاقوں کی مقامی زبانوں کا حصہ تھے۔ صوفیائے کرام نے اردو کو نہ صرف بول چال کی حد تک محدود رکھا بلکہ اسے تحریری شکل میں بھی رائج کر کے اسے ایک مقبول زبان بنا دیا۔ اس دور کی اردو کا کثیر سرمایا صوفیاء کرام کے اقوال، اشعار اور ملفوظات پر مبنی ہے بلکہ یوں کہیے کہ اردو زبان میں ادب کو متعارف کروانے کا سہرا صوفیائے کرام کے سر ہے اردو کی ابتدائی تحریریں اور کتابیں بھی زیادہ تر صوفیاء کرام کی ہی لکھی ہوئی ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ لوگ ادبی ذوق رکھتے تھے اور انہوں نے اردو کو صرف بول چال یا اسلام کی تبلیغ کے لیے رابطے کی زبان کی حد تک ہی نہیں رکھا بلکہ اس زبان کے ادب کو بھی فروغ دیا ہے۔ صوفیاء کے ہاتھوں اردو زبان کی ترویج و ترقی کسی تحریک کا نتیجہ نہیں تھی نہ ہی ان کا مقصد زبان وادب کی خدمت تھا ان کا مقصد دین کی تبلیغ اور اشاعت اسلام تھا ان لوگوں نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے جس زبان کو وسیلہ بنایا وہ ابتدائی اور قدیم اردو تھی۔ برصغیر میں صوفیاء کرام کی کاوشوں سے جہاں اسلام کو تقویت ملی وہاں اردو زبان کو بھی فروغ حاصل ہوا اور یہ زبان وقت کے ساتھ ساتھ مزید سنورتی اور نکھرتی چلی گئی۔

اشاعت اسلام اور اردو زبان وادب کے فروغ میں جہاں برصغیر کے بڑے شہروں کی کاوشوں کا عمل دخل نظر آتا ہے وہاں چھوٹے شہر بھی

اس سلسلے میں اپنی بساط بھر کوششیں کرتے رہے ہیں۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اردو کی ابتداء صوفیاء کے ذریعے ہوئی اور اس زبان کا ادب بھی انہی بزرگوں کی بدولت پروان چڑھا ہے۔ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے کمالات جہاں دینی اور مذہبی میدان میں عیاں ہیں وہاں اردو ادب کی فضا بھی آپ کی شاعری سے معطر نظر آتی ہے۔ آپ کے زمانے میں اردو زبان نے ترقی کی جس منزل کو پالیا تھا اس کی ایک صورت آپ سے منسوب درج ذیل ریختہ سے ظاہر ہے۔

وقت سحر وقت مناجات ہے
خیز دراں وقت کہ برکات ہے
نفس مبادا کہ بگوید ترا
حسپ چہ خیزی کہ ابھی رات ہے [17]

حضرت بابا فریدؒ اور حضرت وارث شاہؒ نے اس خطے میں بیٹھ کر اپنی شاعری کے ذریعے اردو ادب کے فروغ میں جو کردار ادا کیا اس کی تقلید آپ کے بعد آنے والے شعراء نے بھی کی جس سے اردو زبان کو بہت تقویت ملی۔ ادب کسی مخصوص خطے یا علاقے کی پیداوار نہیں ہوتا بلکہ اسے جہاں بھی سازگار ماحول ملتا ہے یہ وہیں پروان چڑھتا ہے۔ ساہیوال کا خطہ اردو ادب کی آبیاری کے لیے زرخیز ثابت ہوا اور یہاں کے شعراء اور ادباء نے ادب کی آبیاری کے لیے اپنی کاوشیں جاری رکھیں۔ اردو ادب کی تشکیل میں حضرت بابا فریدؒ، حضرت وارث شاہؒ اور دوسرے شعراء کے حوالے سے اس خطے کے کردار کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

References

1. Asad Saleem, Shaikh, Nagar Nagar Punjab, Lahore, Fiction House, 2016, p. 639.
2. Allah Bux Tariq, Miyan, Tareekh Pak Patan, Lahore, Tamin Printers, 2014, p. 25.
3. Ibid, p. 89.
4. M.A Ashraf, Tareekh Sahiwal, Lahore, Punjab, Lock Sujhag, 2016, p. 208.
5. Allah Bux Tariq, Miyan, Tareekh Pak Patan, Lahore, Tamin Printers, 2014, p. 50.
6. Muhammad Haider, Syed, Ahwal al Shaikh Dauood Jhani wal R.A, Lahore, Nisar Art Press, 1931, p. 39-40.
7. Ibid, p. 68.
8. Shakeel Pitafi, Dr., Junoobi Punjab main Urdu Shairy, Multan, Jhook Printers, 2008, p. 169-170.
9. Ibid, p. 170.
10. Mukhtar Zafar, Dr., Multan ki Shairy Riwayat, Multan, Bahauddin Zakariya University, 2016, p. 34.
11. Ibid.
12. Ibid, p. 35.

13. Rubina Tareen, Dr., Multan ki adabi wo tahzibi zindagi main sufiyaee kiram ka hisa, Multan, Bahauddin Zakariya University, 1989, p. 165.
14. Ibid, p. 166.
15. Nadeem Abbas Ashraf, Dr., Sehar Ghazal (Tahqeeq wo Tadween), Lahore, Izhar Suns, 2017, p. 81.
16. Mahmood Sherani, Hafiz, Punjab main Urdu (Hisa Awal), Lahore, Mujlis Taraqi Adab, 1998, p. 299.
17. Anwar Sadeed, Dr., Urdu Adabi ki Tahreeken, Karachi Anjuman Taraqi Urdu Pakistan, 2013, p. 148.